السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زکوۃ ادانہ کرنے والے کی نماز قبول نہیں۔ (حدیث مبارکہ) بے نمازی کا کوئی عمل قبول نہیں۔ (حدیث مبارکہ) کی مکمل وضاحت فرمائیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

سائل کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ سوال کی ابتدامیں حدیث کے نام سے چند الفاظ کا ترجمہ کرکے لکھتا چلاجاتا ہے لیکن اس حدیث کا کوئی حوالہ لکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا یہ طریقہ کار صحیح نہیں توحید کے متعلق سوال میں بھی موصوف نے یہ طرز عمل اختیارکیا تھالیکن وہ حدیث چونکہ مشہور تھی اور صحیحین وغیرہما کتب حدیث میں موجود ہے۔ لہذااس کا جواب تواپنے ناقص علم کے مطابق عرض کردیالیکن اس سوال میں حدیث کے جوالفاظ ذکرکیےگئے ہیں ان الفاظ سے مروی احادیث مجھے یاد نہیں کہ کس کتاب میں مروی ہیں۔ اگرکتب احادیث کے دفاترکی چھان بین کرتے ہیں تواس کےلیے کافی وقت درکار ہے اورنیتجہ کایقین نہیں کہ کیا نکلتا ہے۔ لہذاسائل پرلازم تھا کہ ان الفاظ سے مروی کی روایات متعلق کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ درج کرتا۔تاہم سائل نے ان احادیث کی بناء پرجوسوال واردکیا ہے اس کے متعلق میں ذیل میں ذرا تفصیل سے اپنی گزارشات پیش کرناچاہتا ہوں۔ کیونکہ اس ضروری تفصیل کے بغیر مسئلہ واضح نہیں ہوگا۔ وباللہ التوفیق وھو منعم الرفیق!

اس بات میں ذراشک نہیں کہ نمازاورزکوۃ ایمان کے اہم اجزاء ہیں اوراسلام کے نہایت عظیم رکن ہیں۔

دلیل نمبر1 :......

فَإِذَا نسَلَخَ لأَشهُرُ لحُرُمُ فَ قتُلُوا لمُشرِكِينَ حَيثُ وَجَدتُّمُوهُم وَخُذُوهُم وَ حصُرُوهُم وَ قعُدُوا لَهُم كُلَّ مَرصَدٍ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا لصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا لزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُم إِنَّ للَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (التوبة:٥)

''جب حرمت والے مہینے گزرجائیں تومشرکین کوجہاں پاوقتل کردواورانہیں پکڑواوران کاگھیراوکرواورہرگھات میں بیٹھ جاوپھراگروہ شرک سے توبہ کریں اورنمازقائم کریں اورزکوۃ اداکریں توانہیں چھوڑدو۔''

اس آیت سے معلوم ہواکہ شرک سے توبہ ثابت ہونے کے علاوہ نمازکی اقامت اورزکوۃ کی ادائیگی نہایت ضروری ہے تب جاکرمشرکین کی جان بخشی ہوگی اوراس سورۃ میں آیت نمبر11میں یہ الفاظ ہیں :

فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا لصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا لزَّكَوٰةَ فَإِخوَٰنُكُم فِي لدِّينِ (التوبة:١١)

''یعنی اگریہ مشرکین شرک سے تائب ہوجائیں اورنمازقائم کریں اورزکوۃ اداکریں تووہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔''

اس آیت کریمہ نے صاف ظاہر کردیاکہ شرک سے توبہ کرنے کے بعدجب تک نمازقائم نہ کریں اورزکوۃ ادانہ کریں تب تک اسلامی اخوت میں داخل نہیں ہوسکتے۔

سورۃ النساء102میں صلاۃ الخوف کی ترتیب سمجھائی گئی ہے،یعنی جنگ اورخوف کی حالت میں بھی نمازترک نہیں کرنی البتہ اس کاخاص طریقہ وترتیب سمجھایاگیااورآخرمیں ارشادفرمایاکہ :

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (النساء:١٠٣)

''بے شک مومنین پرنمازمقررہ وقت پراداکرنافرض ہے۔''

سورۃ البقرۃ239میں ارشادربانی تعالی ہے :

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا (البقرة:٢٣٩)

''اگرتم حالت خوف میں ہویاپیدل ہویاسوارہوتب بھی نمازاداکرو۔''

یعنی ایسی تشویشناک حالت میں بھی ترک نمازکی اجازت نہیں۔ سخت بیمار ہے توبیٹھ کرپڑھے بیٹھ کرنہیں پڑھ سکتا تولیٹ کراشاروں سے پڑھے۔ نمازکی اہمیت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کفارکوجہنم کے عذاب کےلیے کفرہی کافی ہے۔تاہم انہیں ترک نمازکاعذاب بھی ہوگا۔

جس طرح سورۃ المدثرمیں ہے کہ اہل جنت جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تم لوگوں کوجہنم میں کس چیزنے داخل کیا؟وہ جواباکہیں گے :

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (المدثر:٤٣)

''ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔''

یقیناً زکوۃ بھی نماز کی طرح فرض ہے نماز بدنی عبادت ہے اور زکوۃ مالی عبادت ہے اس کا منکر بھی کافر و مشرک ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے قتال کیا قرآن کریم اور صحیح احادیث مبارکہ میں مانعین زکوۃ کے متعلق کتنی ہی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جن کا ذکر طوالت کا سبب ہے۔ تاہم نماز اور زکوۃ میں بہت فرق ہے۔ زکوۃ صرف صاحب نصاب پر ہے جو نصاب کا مالک نہیں اس پر نہیں اور فرض بھی سال میں صرف ایک مرتبہ ہے، لیکن نماز ہر ایک پر فرض ہے۔ امیر ہو یا غریب ہوں، بادشاہ ہو، یا رعیت، مرد ہو یا عورت ہو بیمار ہو یا تندرست ہو سفر میں ہو یا حضر میں ہر ایک پر ہر دن و رات پانچ وقت فرض ہے دنیا میں مسلمان کی علامت بھی یہی ہے کیونکہ زکوۃ ہر کسی پر فرض نہیں۔

لہذا جو باقاعدہ نماز پڑھتا ہو وہ مسلمان و مومن ہے اور جو تارک نماز ہے وہ ہماری اسلامی برادری سے (قرآن کریم کی مذکورہ بالا نص کے مطابق) خارج ہے۔ اس لیے کہ ایمان ایک ایسی چیز ہے جو دل سے تعلق رکھتی ہے اور اس پر اللہ تعالی کے علاوہ کوئی دوسری مخلوق اطلاع نہیں پا سکتی۔ لہذا ایمان اور سچے اسلام کی ظاہری علامت یہی نماز رکھی گئی ہے۔ اسی طرح اگر نمازی ہو گا تو قبر میں بھی اسے نماز یاد آئے گی اور منکر و نکیر سے کہے گا مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھتا ہوں یعنی یہ ایمان کی علامت قبر میں بھی قائم رہے گی اسی طرح تیسری اور آخری منزل آخرت میں بھی اسی نماز اور وضو کی وجہ سے اس کے اعضاء وضو کے نور سے چمک رہے ہوں گے اور یہی نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کی نشانی ہوگی اور دیگر امتوں میں یہ نشانی نہ ہوگی۔ پھر جو کوئی شخص تارک نماز ہے، اس کے لیے اس طرح کا کوئی امتیاز و علامت نہ ہوگی۔

(جس طرح مسند احمد وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے) اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن ابی خلف کے ساتھ ہوگا اور یہ بھی صحیح حدیث میں وراد ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

((من ترک صلاۃ متعمدا فقد کفر)) (اتحاف: ٣_١٠)

یہ مشہور حدیث ہے تاہم ان سب باتوں کے باوجود اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت پر ایمان رکھتا ہے اس کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا اس بارے میں علماء کرام میں اختلاف ہے، تاہم تمام مکتب فکر کے محققین ایسے شخص کے متعلق (جو کفر کا اطلاق ہوا ہے) اس کے متعلق ان کہنا ہے کہ یہ کفر مخرج عن الملۃ نہیں۔ راقم الحروف بھی اسی زمرہ میں شامل ہے۔

(1): ...... جس طرح اعمال صالحہ ایمان کے اجزاء ہیں اسی طرح اعمال فاسدہ (گناہ) کفر کے اجزاء ہیں، نماز بھی اعمال کے باب میں داخل ہے اور یہ ایمان کا اہم جز ہے اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے اور یہ کفر کے اجزاء میں سے ایک سنگین جز ہے بسا اوقات کسی چیز کے اہم جز پر کل کا اطلاق کیا جاتا ہے اور یہ صرف عربی زبان میں نہیں بلکہ ہر زبان میں مستعمل ہے۔ مثلا کسی انسان، گھوڑے یا گدھے وغیرہ کے صرف سر کو دیکھ کر ہم کہا کرتے ہیں کہ یہ آدمی ہے اور یہ گھوڑا ہے یہ گدھا ہے حالانکہ انسان صرف سر کا نام نہیں بلکہ اس کے ساتھ دیگر کئی عضو ہیں جن کے مجموعہ کو انسان کہا جاتا ہے۔ لیکن سر ایک ایسا اہم عضو یا جز ہے جس کے مقابلے میں دیگر عضو و جز اتنے اہم نہیں، اس لیے صرف سر پر کل، انسان، گھوڑے، گدھے کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن اگر کسی انسان کی ٹانگ یا بازو دیکھ کر اس طرح نہیں کہا جاتا کہ یہ انسان ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کی ٹانگ یا بازو ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک چیز کے نہایت اہم جز پر کل کا اطلاق اہل زبان کے ہاں معروف ہے۔

(2): ...... اسی طرح کسی شخص وغیرہ میں کسی حیوان وغیرہ کے ساتھ کسی خاص صفت میں مشابہت باتم وجوہ موجود ہوتی ہے تو اس صفت مشابہت کو مد نظر رکھ کر اس پر اس حیوان وغیرہ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثلا کہا جائے کہ: ''زید اسد (زید شیر ہے) ظاہر ہے کہ زید شیر کے ساتھ ظاہری جسمانی ساخت و بناوٹ کے لحاظ سے ہرگز مشابہ نہیں لیکن شیر کی شجاعت عام طور پر مشہور ہے اس لیے زید پر اس کی اسی صفت کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اسد (شیر) کا اطلاق کیا گیا اسی طرح کسی کند ذہن یا بے وقوف شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ تو کوئی گدھا ہے اس میں بھی یہی حقیقت ہے کہ حمار (گدھا) کی صفت کے ساتھ آدمی کو مشابہ
قرار دے کر اسے گدھا کہا گیا ہے۔ حالانکہ ان اطلاقات کے باوجود کوئی بھی عقلمند آدمی یہ نہیں کہے گا کہ واقعتا وہ آدمی شیر (پھاڑنے والا جانور) یا حقیقی طور پر گدھا ہے۔

(3): ...... کفر کا اطلاق شریعت میں کفران نعمت (ناشکری) پر بھی ہوا ہے۔ مثلا صحیح بخاری میں وغیرہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ مجھے دیکھنے میں آیا ہے کہ تم اکثر جہنم کی آگ میں ہو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کس بنا پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تکفرن'' تم کفر کرتی ہو انہوں نے پھر دریافت کیا اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ شوہر ہمیشہ عورت سے بہتر طریقے سے پیش آئے گا لیکن کبھی اتفاقا کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف کر بیٹھا یا اس کا کہنا نہ مانا تو وہ کہے گی تو نے میرے ساتھ کبھی بھی احسان نہیں کیا۔

بہر حال کفر کا اطلاق ناشکری پر بھی ہوا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی متعدد مقامات پر ''کفر یا کفور'' وغیرہ الفاظ ناشکری کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح کفر کا اطلاق کفر مخرج عن الملۃ سے کم درجے پر بھی ہوا ہے۔ ایسی احادیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''کفر دون کفر'' کا باب منعقد فرمایا ہے۔

مثلا صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:

((سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر)) صحیح البخاری: کتاب الایمان' رقم الحدیث: ٤٨.

''مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔''

حالانکہ قرآن کریم سورۃ الحجرات میں ہے کہ:

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (الحجرات: ٩)

''اگر مومنین کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان دونوں میں صلح کرا دو۔''

یعنی مسلمان مسلمان کے ساتھ قتال کرنے کے لیے تلوار لے کر نکلا ہے لیکن تب بھی اللہ تعالی اسے مومن کہتا ہے، پھر حدیث شریف میں اس پر جو کفر کا اطلاق ہوا ہے وہ اس لیے کہ

یہ قتال بہت بڑا گناہ ہے اور کفر کے اجزاء میں سے ایک اہم جزء ہے کہ اس کی اہمیت و سنگینیت کے لحاظ سے جزء پر کل کا اطلاق ہوا۔ یعنی ایک مسلمان کے ساتھ قتال کافر ہی کر سکتا ہے مومن کبھی بھی ایسی جرات نہیں کرے گا۔

لہذا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مارنے کے لیے تیار ہوا ہے تو اس نے کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کی پھر جب کند ذہن انسان کو گدھا کہا گیا اسی طرح کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے پر کفر کا اطلاق ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں گدھا بن گیا ہے۔ اس کا مطلب کوئی یہ بھی اخذ نہیں کرتا کہ اس شخص نے واقعتا گدھے کی شکل اختیار کر لی ہے بلکہ ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ وہ آدمی بالکل بے وقوف اور کند ذہن بن گیا ہے۔

اسی لیے جو تارک نماز ہے اس نے چونکہ ایک نہایت سنگین جرم میں کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہے لہذا اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ اس طرح محققین علماء بے نمازی کی نماز جنازہ پڑھنے کے قائل نہیں یہ بھی اسی لیے کہ اس نے نہایت سنگین جرم کیا ہے اس جرم کی پاداش میں بطور سزا اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور اس طرح کا طرز عمل دیگر لوگوں کے لیے تنبیہ اور عبرت کا باعث ہے، آپ ﷺ تو مال غنیمت میں سے کوئی تقسیم سے پہلے کچھ چرا لیتا تھا اس کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں فرماتے تھے اور اس طرح آپ ﷺ نے مقروض کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں فرمائی۔ حالانکہ مقروض یا مال غنیمت میں خیانت کرنے والا کافر نہیں ہے۔ ہاں البتہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اسی طرح خودکشی کرنے والے پر بھی آپ نے نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی۔

حالانکہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوا۔ صحیح مسلم میں ایسا غلام جو اپنے آقا سے بھاگ نکلے اسے بھی کافر کہا گیا لیکن وہاں پر بھی عبد آبق پر کفر کا اطلاق محض مبالغہ کے طور پر ہوا ہے لیکن اس سے مراد کفر مخرج عن الملۃ نہیں بلکہ کفر دون کفر مراد ہے۔

اس طرح کی دیگر امثلہ تلاش کرنے سے مل سکتی ہیں۔ اب ہم ایسے کچھ ثبوت دلائل پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ تارک نماز (بشرطیکہ وہ اس کی فرضیت پر ایمان رکھتا ہو) ایسا کافر نہیں کہ وہ ملت اسلام سے خارج ہو جائے یا دیگر مشرکین یا کفار کی طرح ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوداود، نسائی اور ترمذی میں ایک روایت مروی ہے جس کے متعلق محقق العصر علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ (شاہ صاحب کا یہ فتوی اس وقت کا تحریر کردہ ہے جس وقت علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے جب کہ اب تو دونوں بزرگ علامہ البانی اور حضرت شاہ صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے رحمہم اللہ وادخلہما الجنۃ الفردوس : محمدی) مشکوۃ شریف کی تعلیقات میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں اور المستدرک حاکم میں بھی رجل من اصحاب النبی ﷺ سے روایت ہے اس کی سند بھی صحیح ہے۔

اس میں ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا پھر اگر نماز کا عمل درست نکلا تو وہ کامیاب ہو گیا اور نا جی ہوا۔ اور اگر نماز میں فساد ہوا اور کمی ہوئی تو وہ خائب اور خاسر ہو گا پھر اگر فرض میں کسی کی کمی نکلے گی تو رب تعالی فرمائے گا دیکھو اگر میرے بندے کی کوئی نفلی نماز ہے تو اس کے ذریعے اس کی فرض کی تکمیل کر دو۔ اسی طرح اس بندے کے باقی دیگر اعمال کے ساتھ بھی یہی طرز عمل اختیار کیا جائے گا، یعنی اگر فرائض میں کچھ کمی ہو گی تو وہ نوافل کے ذریعے مکمل کر دیے جائیں گے۔"

کسی روایت میں یہ تصریح ہے کہ نماز کے بعد زکوۃ اور پھر دیگر اعمال کے متعلق اسی طرح طرز عمل اختیار کیا جائے گا یہ بات بالکل ظاہر اور عیاں ہے کہ اگر تارک نماز کا کفر مخرج عن الملۃ ہو تو پھر (ایک کافر اور مشرک) جس کے کچھ نیک اعمال ہوں مثلا سخاوت، یتیموں کا خیال رکھنا، صلہ رحمی وغیرہ وغیرہ تو وہ اس کے شرک و کفر کے نقصان کو پورا کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پھر اگر تارک نماز کے نقصان کے تکمیل نوافل کے ذریعے کی جائے گی تو پھر معلوم ہوا کہ ترک نماز سے ایسا کافر نہیں ہوا کہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو جائے بلکہ ایک کبیرہ و سنگین گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔

لہذا اللہ تعالی اپنی مشیت سے چاہے اسے سزا دے یا پھر معاف کر دے۔ البتہ ایسے بے نماز شخص سے ہم دنیا میں مسلموں کا سا برتاؤ کریں گے کیونکہ اس دنیا میں ایک مسلمان کی یہ بہت بڑی علامت ہے کہ وہ نمازی ہوتا ہے۔ اگر نمازی نہیں ہے تو اسلامی برادری سے (بنص قرآنی) خارج ہے یہ اس لیے کہ وہ آدمی نماز کی فرضیت کا اگرچہ قائل بھی ہو لیکن ہمیں کیسے معلوم ہو گا؟ کیونکہ ایمان و یقین تو دل میں ہوا کرتے ہیں اور دل اور نیت وارادے پر اطلاع تو اللہ تعالی کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں، لہذا ہمارے نزدیک اس کے اندرونی ایمان کے متعلق علم کے حصول کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے ہم اسے اپنا مسلمان بھائی نہیں سمجھیں گے۔

باقی اللہ سبحانہ و تعالی تو جانتا ہے یہ بندہ نماز کی فرضیت کا منکر ہے اور منکر نہیں لیکن سستی اور غفلت کے سبب اس کے ترک کا مرتکب ہوا ہے، لہذا قیامت کے دن اس کا فیصلہ اللہ تعالی اپنے عمل کے مطابق فرمائے گا۔

صحیحین وغیرہ کتب احادیث میں کتنی ہی ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن کا مطلب ہے کہ بالآخر اللہ تبارک و تعالی ایسے اشخاص کو بھی جہنم سے نکال دے گا جن کا کوئی بھی نیک عمل نہ ہو گا صرف وہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" پر کاربند ہوں گے یعنی وہ موحد ہوں گے اور شرک جیسے بدترین گناہ سے بے زار ہوں گے۔ (توحید و شرک کی مکمل وضاحت سوال نمبر 1 کے جواب میں گزر چکی ہے۔) ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک نماز ترک نماز کی وجہ سے ایسا مشرک یا کافر نہیں بن گیا جو ملت اسلامیہ سے دنیا و آخرت میں خارج ہو گیا ہو۔

اگر یہ بات واقعتا اسی طرح ہے تو پھر بالآخر اس کا جہنم سے نکلنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا حقیقی معنی میں کافر و مشرک بھی بالآخر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے؟ باقی سائل صاحب نے (اس سوال میں) جن نیک اعمال کا تذکرہ کیا ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ آخرت کے معاملات یا فیصلہ جات یا اعمال کی جزا و سزا کے متعلق دنیاوی معیار و پیمانہ وغیرہ سے ہرگز کام نہ لیں وہاں اعمال کا وزن کیسے ہو گا ان کی صحت کا صحیح معیار کیا ہو گا اس کے متعلق کچھ کہنا نہایت ہی مشکل امر ہے کیونکہ یہ غیب کے معاملات ہیں جن تک ہماری پہنچ نہیں ہو سکتی ان پر صرف ایمان رکھنا ہے ہاں یہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالی کسی کے ساتھ بھی ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہیں فرمائے گا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَ اِنۡ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفۡہَا وَ یُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡہُ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (النساء : ٤٠)

یعنی اللہ تعالی ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

وَ نَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا ؕ وَ اِنۡ کَانَ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَیۡنَا بِہَا ؕ وَ کَفٰی بِنَا حٰسِبِیۡنَ (الانبیاء : ٤٧)

''قیامت کے دن ہم انصاف کا میزان قائم کریں گے پھر کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہوگا وہ بھی لاکر حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔''

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال: ۷،۸)

''جس نے ذرہ برابر بھی نیک کام کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔''

لیکن اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ مثلاً ایک شخص کا عمل ایسا بہترین اور اچھا ہے کہ اس کی جزا جنت کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتی۔ مثلاً اللہ سبحانہ وتعالی کی راہ میں جہاد کرکے شہید ہوجانا لیکن اگر اس شخص کے قتال وجہاد میں شرکت کرنے اور کفار سے مقابلہ کرنے کی نیت یہ نہ تھی کہ اللہ تعالی راضی ہوجائے یا ''لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا'' کے لیے بھی نہ لڑا بلکہ اس کی نیت یہ تھی کہ دنیا میں میری شجاعت، جرات وبہادری مشہور ہوجائے تو یہ شخص صحیح احادیث کے مطابق شہادت کے باوجود جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔

دوسری طرف اگر کسی آدمی کا کوئی نیک عمل ہے لیکن خود اس عامل کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں مگر اس کی نیت میں اخلاص اور سچائی ہے اور وہ کام صرف اللہ سبحانہ وتعالی کی رضا کی خاطر اور شوق ورغبت کے ساتھ کرتا ہے جو اللہ تعالی کی ذات بابرکات کو ایسا پسند آجاتا ہے کہ وہ صرف اسی ایک عمل یا زبردست اوعتقادی جزبہ کے سبب بہت ہی بلند درجات پر فائز ہوجاتا ہے بلکہ بعض لوگوں کے تو سارے کے سارے گناہ صرف اس ایک نیکی کی وجہ سے نیست ونابود وختم ہوجاتے ہیں۔

صحیحین میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا وامامنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص تھا جس نے کوئی بھی نیکی کا کام اصلا نہ کیا تھا، پھر جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اگر میں فوت ہوجاوں تو میری لاش کو جلاکر آدھی راکھ دریاوں میں پھینک دینا اور آدھی کو خشکی پر چھوڑدینا (کیونکہ) اگر اللہ سبحانہ وتعالی نے مجھ پر گرفت کی تو اللہ تعالی مجھے ایسا عذاب کرے گا جو عذاب تمام جہانوں میں سے کسی کو بھی نہ کرے گا۔ اور جب وہ مرگیا تو اس کی اولاد نے اس کے ساتھ ویسا ہی کیا جو اس نے انہیں کہا تھا پھر اللہ تعالی نے دریا کو حکم دیا اس نے اس کی راکھ کا حصہ ایک جگہ جمع کردیا اور خشکی کو بھی حکم فرمایا اس نے بھی وہ حصہ ایک جگہ اکٹھا کردیا۔ (پھر اللہ نے اس کو اپنے سامنے کھڑا کرکے ارشاد فرمایا کہ تو نے اپنے ساتھ یہ معاملہ کیوں کروایا تھا، اس نے کہا اے رب تیرے خوف کی وجہ سے جس کو تو ہی بہتر جانتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالی نے اسے معاف کردیا۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بظاہر اسے اپنا کوئی نیک عمل نظر نہیں آرہا تھا بلکہ وہ اپنے اعمال سے ناامید تھا لیکن اس کے دل میں جو اللہ تعالی کا خوف موجزن تھا جس کا اندازہ اہل دنیا کو اور اس کی اولاد کو بھی نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالی کو مکمل طور پر معلوم تھا کہ اس میرے بندے کے دل میں میرا کتنا خوف ہے اس لیے اپنے علم کے مطابق اور اپنے خاص فضل وکرم سے اسے معاف کردیا۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی نیک عمل نہ تھا۔

اسی طرح ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالی تمام امتوں کے سامنے قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو جہنم کی آگ سے، بچائے گا اس شخص کے سامنے اس کے اعمال کے ننانوے دفتر جو انسان کی حدنگاہ کے برابر بڑے ہوں گے کھولے جائیں گے۔ (یعنی جن میں اس کی برائیاں ہوں گی اس کی کوئی نیکی موجود نہ ہوگی۔) اسے کہا جائے گا کہ تجھے جو کچھ ان دفاتر میں ہے اس سے انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والوں نے تجھ سے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ اے میرے رب نہیں، دوبارہ پوچھا جائے گا کہ ان اعمال (برائیوں) کے لیے تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا اللہ نہیں؟ پھر اللہ سبحانہ وتعالی فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے بے شک آج تیرے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا ترازو کے ایک طرف رکھا جائے گا اور ننانوے دفتر دوسرے حصے میں پھر ننانوے دفتر ہلکے پڑجائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا وزنی ہوجائے گا پھر اللہ تعالی کے اسم مبارک کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آدمی اللہ تعالی کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر پختہ ایمان ویقین رکھتا تھا اور شہادتین پر اسے مکمل استقامت تھی اور اس کا اظہار اس نے ایسے اخلاص اور سچائی کے جذبے کے ساتھ کیا کہ صرف یہ ایک ایمانی قوت اس کے ننانوے دفاتر پر وزنی ہوگئی اور ان کو لاشئی محض بنادیا اور اس کی یہ ایمانی قوت ترازو میں وزنی ہوگئی۔

بہرحال قیامت کے دن کا معاملہ اس طرح ہے:

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ (الانفطار: ۱۹)

''اس دن (قیامت کے دن) کوئی شخص کسی کے لیے کسی چیز کا مالک نہ ہوگا بلکہ سارا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہوگا۔''

اور اللہ تعالی اپنے مقرر کیے ہوئے معیار عدل وانصاف اور فضل وکرم کے مطابق فیصلہ فرمائے گا ممکن ہے کہ کسی بندے کے کئی سنگین جرم ہوں لیکن اللہ تعالی کے ہاں اس کی کوئی ایسی نیکی بھی ہو جو اس کے تمام جرائم کو ختم کرکے اسے مغفرت سے نوازے یا اس کی کوئی نیکی نہ ہو لیکن اس کی ایمانی قوت اور اخلاص کا جذبہ اتنا قوی ہو کہ اس کی تمام برائیوں کو محض لاشئی بنادے۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ سبحانہ وتعالی کی مشیت اور علم کے مطابق ہی ہوگا اس کے برعکس یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے سنگین گناہ مثلاً ترک نماز یا عدم ادائیگی زکوۃ وغیرہما اتنے پراثر اور غالب ہوں کہ کسی طرح بھی اس کی کچھ عذاب وعتاب سے نجات نہ ہوپائے تو اسے جہنم میں اللہ سبحانہ وتعالی کے نزدیک مقرر وقت تک عذاب بھگتنا پڑے گا۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اس کی مغفرت کرکے جنت میں داخل فرمادے گا۔ بشرطیکہ وہ ان فرائض یا حرام وغیرہا کا منکر نہ ہو لیکن اللہ سبحانہ وتعالی کے فضل عظیم اور لطف عمیم کے باوجود کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے وہ لطف وکرم ضرور بالضرور قیامت کے دن حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اللہ سبحانہ وتعالی کے ان بندوں کی لسٹ میں شامل ہی نہ ہو جن کے متعلق ازل سے ہی فیصلہ نجات ہوچکا ہو بلکہ اس کا شمار ان مجرموں کی لسٹ میں ہو جن کی نجات بالکل ہی نہ ہوگی یا کچھ عذاب وعقاب جزا وسزا کے بھگتنے کے بعد نجات حاصل ہوگی۔ ابتداء وہ اس مہربانی سے محروم رہ جائے۔

لہذا اللہ سبحانہ وتعالی کے خوف سے ہر سچے مومن کو ایک لمحہ کے لیے بھی امن نہیں ہوتا کہ مومن ہوکر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جائے بلکہ قرآن کریم اپنے مومنوں کی تعریف کرتا ہے جن کو ہر وقت اللہ سبحانہ وتعالی کا خوف لاحق ہوتا ہے جس طرح ارشاد فرمایا:

وَ لَّذِينَ هُم مِّن عَذَابِ رَبِّهِم مُّشفِقُونَ ٢٧ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيرُ مَأْمُونٍ (المعارج: ٢٧٬٢٨)

‘‘وہ مومن جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیوں کہ ان کے رب کا عذاب مامون (نہ ڈر کیا ہوا) نہیں ہے۔’’

بہر حال مسئلہ زیر بحث کے متعلق میں نے اپنے قصور علم اور بے بضاعتی کے باوجود مکمل وضاحت کی ہے۔ اگر صواب ہے تو اللہ سبحانہ وتعالی کا فضل وکرم ہے اور اسی کی رہنمائی کا ثمر ہے اگر میں نے اس میں کوئی غلطی یا خطا کی ہے تو وہ میرے نفس کی خامی اور میرے ناقص علم کا قصور ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 411

محدث فتویٰ